درسِ قرآن
ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ محمد ﷺ

ترتیب و تسوید: ——— شیخ جمیل الرحمٰن، حافظ عاکف سعید

سات آٹھ ماہ کے تعطل کے بعد اواخرِ مارچ ۱۹۸۵ء سے مسجد شہداء لاہور میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ نے قرآنِ حکیم کے مسلسل درس کے ضمن میں سورۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم، کے درس کا آغاز کیا تھا۔ اس سلسلۂ درس کو اب باقاعدگی سے حکمت قرآن میں شائع کیا جائے گا (ان شاء اللہ) اس سلسلے کی پہلی قسط حاضر خدمت ہے (ادارہ)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (۱) وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ
مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (۲) ذٰلِكَ
بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا
الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ (۳)
صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِيْمُ

رب اشرح لی صدری و یسر لی امری و احلل عقدۃ من لسانی یفقہوا قولی

حضرات! قرآن حکیم کے مسلسل مطالعے اور درس کا ہمارا یہ سلسلہ کافی عرصہ سے معطل تھا۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ غالباً سات آٹھ ماہ کے تعطل کے بعد اس کا آج دوبارہ آغاز ہو رہا ہے۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس تسلسل کو برقرار رکھے اور اس میں آئندہ کوئی تعطل پیدا نہ ہو

چند وضاحتیں

میں چاہوں گا کہ درس کے آغاز سے قبل چند وضاحتیں پیش کر دوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مسلسل قرآن حکیم کے درس کے ضمن میں اس سے قبل ہم پچیس پاروں کا مطالعہ کر چکے ہیں چھبیسویں (۲۶) پارے کی پہلی سورۃ الاحقاف کا مطالعہ بھی ہم کر چکے تھے جس کے بعد سے تعطل واقع ہوا تھا۔ لہٰذا آج سے ہمیں درس کا آغاز سورۃ محمد سے کرنا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) ویسے میں عرض کر دوں کہ قرآن حکیم کا جو پونے پانچ پاروں کے لگ بھگ حصہ باقی رہ گیا ہے تو اس میں سے بھی اکثر و بیشتر حصوں کا درس میں مختلف مقامات پر مختلف مواقع پر دے چکا ہوں۔ پھر یہ کہ اس بقیہ حصے میں سات سورتیں وہ ہیں جو مطالعہ قرآن حکیم کے ہمارے منتخب نصاب میں شامل ہیں یعنی سورۃ حجرات سورۃ حدید، سورۃ صف، سورۃ جمعہ، سورۃ منافقون، سورۃ تغابن اور سورۃ تحریم۔ پھر آپ میں سے اکثر حضرات اس امر واقعہ سے بھی یقیناً واقف ہوں گے کہ میری لاہور میں درس قرآن حکیم کی جو مصروفیت ہے اب اس کی تاریخ قریباً بیس برس کی ہو گئی ہے ۱۹۶۵ء سے میں نے یہ سلسلہ شروع کیا تھا اور اب ۱۹۸۵ء رہے یعنی بیسواں سال شروع ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس دوران میں ماسوا چند سورتوں کے اس پونے پانچ پاروں کے اکثر حصے کا درس بھی میں متعدد بار آپ کے شہر میں دے چکا ہوں۔ رہا ان سات سورتوں کا درس جو منتخب نصاب میں شامل ہیں تو واقعہ یہ ہے کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ آپ کے اس شہر لاہور میں ان کا کتنی مرتبہ درس ہو چکا

ہے! بہرحال تسلسل کے ساتھ قرآن حکیم کے مطالعہ اور درس کا آج ہم سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آغاز کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا کرتے ہوئے کہ وہ ہماری دستگیری فرمائے کہ یہ تسلسل قائم رہے۔

مطالعۂ قرآن کے بارے میں چند بنیادی باتیں

جو حضرات اس سلسلہ درس میں مستقل طور پر شرکت فرماتے رہے ہیں ان کے علم میں ہو گا کہ قرآن حکیم کی سورتوں کے مابین ربط اور ترتیبِ مصحف کے بارے میں وقتاً فوقتاً بعض بنیادی باتیں میں عرض کرتا رہا ہوں وہ اس لیے کہ قرآن حکیم کے مسلسل مطالعے اور ابتداء سے اختتام تک اس پر غور و تدبر کرنے کے لیے لازمی ہے کہ ہمیں قرآن حکیم کی ترتیب کا صحیح فہم حاصل ہو۔ چونکہ دنیا میں کوئی اور کتاب ایسی نہیں ہے کہ جس کی ترتیب جس کا اسلوب یا جس کا انداز (STYLE) قرآن مجید سے مشابہ ہو۔ یہاں تک کہ سابقہ آسمانی کتابیں بھی جو اگرچہ محرّف ہیں اور ہم ان پر اس اعتبار سے اعتماد نہیں کر سکتے کہ ان کے اندر جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے بلکہ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ ان سب پر قرآن مجید مہیمن ہے ان کا محافظ ہے۔ یعنی اب قرآن مجید ہی سند ہے یہی معیار ہے یہی کسوٹی ہے۔ سابقہ کتب سماوی میں جو کچھ اس کے مطابق ہے وہ درست ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ غلط ہے۔ بہرحال اس وقت یہ عرض کرنا ہے کہ ان آسمانی کتابوں کی ترتیب بھی وہ نہیں ہے جو قرآن مجید کی ہے لہٰذا جب تک ہمیں اس کی ترتیب کا صحیح فہم حاصل نہ ہو اُس وقت تک ہم قرآن مجید پر تدبر کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ میں چاہوں گا کہ تیزی کے ساتھ قرآن حکیم کی ترتیب کے بارے میں چند اہم باتیں آپ حضرات کے گوش گذار کردوں۔ میں اس وجہ سے بھی اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آج کے اس اجتماع میں بعض حضرات بالکل نئے ہیں۔ اور ان کے سامنے یہ باتیں شاید اس سے پہلے کبھی نہ آئی ہوں لہٰذا اُن کو تو یہ باتیں گویا ابتداءً سمجھنی ہیں البتہ پرانے حضرات کے لیے ان باتوں کی نوعیت یاد دہانی کی ہو گی۔

قرآن مجید کی اکائی آیت ہے

آپ کو معلوم ہے کہ کسی چیز کے صحیح فہم کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ اس کی بنیادی اکائی (UNIT) کیا ہے! اس لیے کہ اگر آپ کوئی چیز ناپنا چاہتے ہیں تو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کی اکائی کیا ہے! تولنا چاہتے ہیں تو اس کی اکائی کیا ہے! پس پہلی بات یہ جان لیجئے کہ قرآن مجید کی جو اکائی ہے، اُسے آیت کہتے ہیں جس کی جمع ہے آیات۔ آیت کے لفظی معنی ہیں "نشانی"۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کی ایک نشانی ہے گویا ہدایت اپنی جگہ پر قرآن مجید کی حقانیت اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و صداقت کے لیے ایک دلیل ایک برہان اور ایک نشانی ہے۔ اب اگر قرآن مجید کی آیات کو جملے کہیں گے تو بات غلط ہو جائے گی۔ بعض لوگ بائیبل پر قیاس کر کے آیت کو VERSE کہہ دیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ قرآن مجید کی آیت نہ VERSE ہے نہ مصرع ہے نہ جملہ ہے۔ اس کے لیے قرآن مجید کا جو اپنا لفظ ہے اُسی کو اختیار کرنا چاہیئے، جب ہی بات سمجھ میں آئے گی اور وہ لفظ ہے آیت، جس کی جمع ہے آیات۔ پس "آیت" قرآن مجید کی اکائی ہے۔

آیات کے حجم

دوسری بات یہ نوٹ کیجئے کہ آیات بہت چھوٹی بھی ہیں اور بہت طویل بھی ہیں ایسی بھی آیات ہیں جو صرف حروف مقطعات پر مشتمل ہیں جیسے الٓمٓ۔ الٓرٰ۔ حٰمٓ وغیرہ۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان حروف مقطعات کے کوئی معنی نہیں ہیں اِن کے معنی ہیں لیکن ہمیں معلوم نہیں ہیں۔ البتہ یہ بات ہمیں معلوم ہے کہ یہ آیت ہے۔ ایسی بھی آیات ہیں جو ایک لفظ پر مشتمل ہیں۔ ایسی بھی آیات ہیں جو مرکب ناقصہ پر مشتمل ہیں۔ جیسے والعصر ایسی بھی آیتیں ہیں جو ایک جملہ پر مشتمل ہیں جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ یہ ایک جملہ ہے۔ لیکن ایسی بھی آیات ہیں جن میں دس دس مکمل جملے شامل ہیں جیسے آیت الکرسی جو نہایت عظیم آیت ہے اس میں کئی جملے شامل ہیں جبکہ شمار کے لحاظ سے یہ ایک آیت ہے۔ پھر سورہ مزّمل کا دوسرا

پورا رکوع ایک ہی آیت پر مشتمل ہے۔ ایسی متعدد مثالیں ہیں پس معلوم ہوا کہ اس میں کوئی اصول منطق کا نہیں گرامر کا نہیں بیان کا نہیں، معانی کا نہیں۔ ان میں سے کوئی اصول بھی آیات کے تعین کے لیے کارفرما نہیں ہے سوائے اس کے کہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا۔ اسی پر کل دارومدار ہے کہا جا سکتا ہے کہ والعصر آیت کیوں ہے یہ تو نامکمل جملہ ہے! اور فلاں جملہ مکمل ہے پھر بھی آیت کیوں نہیں ہے بلکہ کسی طویل آیت کا جزو ہے اس طرح تو گرامر کا اصول ٹوٹ رہا ہے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ امور توقیفی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے پر موقوف ہیں۔ کسی کی عقل اور کسی کے استدلال کسی کے استنباط کے یا کسی منطق اور کسی گرامر کے اصول پر مبنی نہیں ہیں۔

آیات کی تعداد

آیات کے بارے میں دو باتیں بیان ہوگئیں۔ اب تیسری بات قرآن مجید کی کل آیات کی تعداد سے متعلق ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ اس کا سب سے بڑا سبب تو یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک رائے یہ ہے کہ قرآن مجید میں سورہ توبہ کے علاوہ ایک سو تیرہ سورتوں کے ابتداء میں جب ہر مرتبہ آیت بسم اللہ آتی ہے تو یہ آیت بسم اللہ اس سورت میں بطور آیت شامل ہے گویا اس طرح اس سورۃ ہی کی پہلی آیت ہے۔ جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ آیت بسم اللہ جو ہر سورۃ کے ابتداء میں آتی ہے وہ صرف بطور افتتاحیہ آتی ہے اس سورۃ کی مستقل آیت کے طور پر نہیں آتی۔ اب آپ خود سمجھ لیجئے کہ اس طرح ایک سو تیرہ آیات کا فرق تو خود بخود پڑ گیا۔ چونکہ سورۃ توبہ کے آغاز میں آیت بسم اللہ نہیں ہے۔ یہ بات متفق علیہ ہے۔ بہرحال جو آیت بسم اللہ کو صرف افتتاحیہ سمجھتے ہیں اور اسے سورۃ کی مستقل آیت تسلیم نہیں کرتے ان کے نزدیک قرآن مجید کی کل آیات چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) ہیں۔

قرآن حکیم کی سورتیں

اب چوتھی بات کی طرف آیئے۔ آیات کو جوڑ کر بڑے یونٹ بنائے گئے جنہیں سورتیں کہا جاتا ہے سورۃ بنا

سُورۃ ہے سُورُز۔ قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ (۱۱۴) ہے۔ یہ متفق علیہ بات ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان سورتوں کے متعلق یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ جس طرح آیت کو ہم نہ جملہ کہہ سکتے ہیں نہ (VERSE) اسی طرح ہم سورتوں کو ابواب نہیں کہہ سکتے، (CHAPTERS) نہیں کہہ سکتے بلکہ ان کے لیے ہمیں لفظ سورۃ ہی کو اختیار کرنا ہوگا۔ قرآن حکیم کی جو بنیادی اصطلاحات (BASIC TERMINOLOGY) ہیں، ان کا اردو یا کسی اور زبان میں ترجمہ نہیں کرنا چاہیئے۔ انہیں تو جوں کا توں لینا ہوگا۔

سورۃ عربی زبان میں فصیل کو کہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ قدیم زمانہ میں یہ رواج تھا کہ شہروں کے اردگرد ایک فصیل ہوتی تھی جو ان کی حفاظت کا ایک ذریعہ بنتی تھی اور فصیل کے اندر شہر آباد ہوتے تھے لہذا اس پر قیاس کیجئے کہ جیسے ہر فصیل کے اندر ایک شہر آباد ہوتا تھا، ایسے ہی قرآن مجید کی ہر سورۃ ایک شہر معانی ہے۔ ہر سورۃ حکمت و فلسفہ اور معنی و ہدایت کا ایک شہر ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ فی زمانہ ہر شہر کے حسن اور خوبصورتی اس کی ترتیب اور نظم کو سمجھا جاتا ہے اور موجودہ دور میں نئے شہر آباد کرنے اور قدیم شہروں کی اصلاح و ترقی میں ترتیب و نظم کو زیادہ سے زیادہ ملحوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے (TOWN PLANNING) آج کل انجنیئرنگ کا ایک اہم شعبہ ہے۔ تو یہ بات نہیں ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں میں کوئی ترتیب و نظم (PLANNING) نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ قرآن مجید کا اپنا ایک خاص نظم و ربط ہے۔ اس کی وضاحت میں بعد میں کروں گا لیکن اس وقت یہ بات جان لیجئے کہ ترتیب قرآن مجید میں پہلی چیز آیت ہے اور دوسری چیز سورۃ ہے گویا قرآن مجید میں معانی، حکم، معارف، علوم اور فلسفے کے ایک سو چودہ شہر آباد ہیں۔

سُورتوں کے حجم

اب پانچویں بات سورتوں کے حجم کے متعلق سمجھئے کہ سورتیں چھوٹی بھی ہیں، بڑی بھی ہیں۔ سورۃ العصر، سورۃ الکوثر

اور سورۃ النصر تین تین آیات پر مشتمل ہیں۔ تین آیتوں سے کم کی کوئی سورت نہیں ہے
پھر یہ کہ تین ہی سورتیں ہیں جو تین تین آیات پر مشتمل ہیں۔ اب ان کا تقابل کیجئے تو
سورۃ البقرہ ہے جس کی دو سو چھیاسی (۲۸۶) آیات ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں بھی ہمارا
کوئی اصول کام نہیں کر رہا ورنہ انسان تو برابر برابر کرنے کی فکر کرتا۔ لیکن درحقیقت
یہ امر بھی توقیفی ہے یعنی سورتوں اور ان کی آیات کی تعداد کی تعین بھی جناب
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ قرآن مجید کی بعض سورتیں ایسی بھی
ہیں کہ جو یکدم نازل ہوئی ہیں اور جس طرح وہ نازل ہوئی ہیں اُسی طرح وہ مرتب شدہ
حالت میں قرآن میں شامل ہیں۔ البتہ اکثر سورتیں ایسی بھی ہیں کہ مختلف اوقات
میں جو آیات نازل ہوتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہتے تھے کہ ان
آیات کو فلاں فلاں جگہ رکھ لو۔ اس طرح سورتوں کی ترتیب مکمل ہوتی چلی گئی۔ سورۃ
بقرہ اس کی بڑی نمایاں مثال ہے کہ ہجرت کے بعد سے لے کر قریباً غزوہ بدر سے
متصلاً قبل تک اکثر پیشتر جو آیات قرآنیہ نازل ہوئی ہیں، انہیں ایک خاص ترتیب
و نظم کے ساتھ ایک سورت میں جمع کر دیا گیا اور وہ سورۃ بقرہ ہے[1] لیکن اسی سورۃ
میں بعض وہ آیات بھی شامل ہیں جو ۹ھ میں نازل ہوئیں۔ جیسے سود کی حرمت
کی آیات۔ اسی طرح آخری دو آیات وہ ہیں جو ہجرت سے قبل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو معراج میں ۱۰ھ نبوی میں عطا ہوئی تھیں۔ بڑی سورتوں میں سورۃ الانعام
کے بارے میں جو بڑی طویل سورت ہے یہ روایت ملتی ہے کہ وہ بیک وقت
اور بعینہٖ اسی ترتیب سے نازل ہوئی ہے جو قرآن مجید میں ہمیں ملتی ہے۔ بلکہ
روایت میں آتا ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام اس سورۃ کو لے کر نازل ہوئے تو
ستر ہزار فرشتے ان کے جلو میں تھے۔ یہ اس سورۃ مبارکہ کی عظمت کا ایک
مظہر ہے۔

---

[1] خیال رہے کہ سورۃ محمدؐ بھی ہجرت سے قبل نازل ہوئی تھی۔

ہر سورت کی آیات میں باہمی ربط

اب چھٹی بات یہ جان لیجیے کہ ہر سورت میں جو آیات شامل کی گئی ہیں ان میں ایک دوسرے کے ساتھ معنوی ربط ہے۔ ہر سورت کا ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے اور اس مضمون کے اعتبار سے اس سورۃ میں جو آیات شامل ہوتی ہیں وہ مربوط ہوتی ہیں۔ میں اس کی مثال یہ دیا کرتا ہوں کہ جیسے ایک قیمتی ہار ہے اس میں موتی ہیں یا جواہرات ہیں بس ایک تو ہر موتی اور ہر ہیرے کا اپنی جگہ ایک حُسن ہے۔ اس کو علیحدہ رکھ لیجئے اس کی خوبصورتی اپنی جگہ برقرار رہے گی لیکن جب ان موتیوں کو ایک ترتیب کے ساتھ آپ نے ہار میں پرو دیا ہے اور آپ نے اُن میں جو ایک نظم اور ایک تناسب قائم کیا ہے تو اب اس ترتیب، نظم اور تناسب کے باعث ان موتیوں کا حُسن دو بالا ہو جاتا ہے اور نورٌ علیٰ نور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اسی طریقہ سے سمجھنا چاہیئے کہ ہر آیت اپنی جگہ علم و حکمت اور ہدایت و معرفت کا ایک ہیرا ہے، ایک موتی ہے۔ اس کا اپنا ایک حسن ہے لیکن جب وہ کسی سورت میں آئی ہے تو گویا وہ ہار میں پرو دی گئیں لہٰذا اس میں علم، حکمت ھدایت اور معرفت کا ایک نہایت دلفریب و دل آویز حُسن مزید پیدا ہو گیا۔ اب جس ڈوری میں یہ ہیرے اور موتی پروئے جاتے ہیں وہ گویا عمود ہے یعنی اس سورت کا مرکزی مضمون ہے۔ اس مرکزی مضمون یا بالفاظ دیگر اس سورۃ کے عمود کی ڈوری میں جب آیات پرو دی گئیں تو جس طرح موتی یا ہیروں کی ترتیب سے ہار بنتا ہے اور اس ہار کے باعث ان موتیوں یا ہیروں کے حسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح آیات کی ترتیب نظم اور ربط سے جب ایک سورت بنتی ہے تو اس کے حُسن میں گویا سینکڑوں چاند لگ گئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر آیت کو علیحدہ رکھ کر اس پر غور و فکر کیجئے کہ اس آیت میں علم و حکمت کے اعتبار سے کیا کچھ ہے! اس کے لیے آپ کو دیکھنا ہوگا کہ اس آیت میں کون سے الفاظ آئے ہیں! ان کے لغوی معنی کیا ہیں مجازی معنی کیا ہیں! اہل عرب ان الفاظ کو کن کن مفاہیم کے لیے استعمال کرتے تھے! قرآن مجید نے ان میں کیا

اصطلاحی معانی ومفاہیم پیدا کیے ہیں! صَرف ونحو کے اعتبار سے کیا تراکیب اور صیغے اس میں آئے ہیں! ان سب کو سمجھنے کی کوشش کیجئے تو یہ گویا اس آیت پر تدبّر کا پہلا مرحلہ ہوگا۔ اب یہ دیکھئے کہ اس آیت سے پہلے کون سی آیت ہے! اس کے بعد کون سی آیت ہے! یہ جس سورت میں آئی ہے اس کا عمود یعنی مرکزی مضمون کیا ہے! وہ ڈور کون سی ہے جس میں یہ موتی پروئے گئے ہیں۔ جب ان اعتبارات سے آپ غور وفکر اور تدبر کریں گے تو ہر آیت میں آپ کو مزید معانی ومفاہیم نظر آئیں گے۔ وہ اضافی معانی ومفاہیم ہوں گے جو اس طرزِ تدبر سے واقف لوگوں کے سامنے آئیں گے۔

اکثر وبیشتر سورتوں کا جوڑوں کی شکل میں ہونا

اب اور آگے آیئے۔ آپ قرآن مجید پر غور وفکر کریں گے تو آپ محسوس کریں گے کہ اکثر وبیشتر سورتیں جوڑوں کی شکل میں ہیں۔ قرآن مجید میں سورۃ الذّٰریٰت میں فرمایا گیا:

وَ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ "اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ تم نصیحت اور یاددہانی حاصل کرو"۔ تھوڑی دیر کے لیے اس بات سے ذہن کو خالی کر لیجئے کہ یہاں لفظ "خلق" استعمال ہوا ہے قرآن مجید تو مخلوق نہیں ہے۔ اس پر میرا بھی ایمان ہے۔ لیکن جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جوڑوں کا جو قانون ہے وہ اللّٰہ تعالےٰ کے یہاں کچھ ایسا اٹل ہے کہ قرآن مجید میں بھی ہمیں یہ اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ بعض جگہوں پر سورتوں کا جوڑے کی شکل میں ہونا بہت نمایاں ہے۔ جیسے "مُعوذتین" دو سورتیں ہیں ایک سورۃ الفلق اور دوسری سورۃ الناس مضمون ایک ہی ہے ایک میں ان ناگوار چیزوں سے تعوّذ ہے جو انسان پر خارج سے وارد ہوتی ہیں دوسری میں ان بُری چیزوں سے تعوّذ ہے جو باطن سے متعلق ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ جو مضامین تعوّذ کے ہیں وہ ایک سورت میں جمع کردیئے جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمت ہے۔ ان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک کو سورۃ الفلق میں اور ایک کو سورۃ الناس میں۔ اسی طریقہ سے جو شخص غور کرے گا تو محسوس کرے گا کہ سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح کے مضامین بالکل مسلسل ہیں۔ بلکہ حضرت عبداللہ ابن سعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ملتی ہے کہ وہ اکثر ان دونوں سورتوں کو ایک ہی رکعت میں پڑھتے تھے جس کی وجہ سے بعض حضرات کو یہ مغالطہ بھی ہوگیا کہ شاید یہ ایک ہی سورت ہے، دو نہیں ہیں۔ مطلب یہ نہیں تھا لیکن ان دونوں سورتوں میں مضامین کا جو تسلسل اور ربط ہے تو اس اعتبار سے ان کو ایک سورت بھی بنایا جا سکتا تھا لیکن نہیں یہ علیحدہ علیحدہ دو سورتیں ہیں۔ ان کو ایک جوڑے کی شکل دے دی گئی۔ اسی طریقہ سے سورۃ المزمل اور سورۃ المدثر دونوں کے مابین بڑا گہرا معنوی ربط ہے۔ مزمل اور مدثر کے معنی تقریباً ایک ہیں۔ اسی طریقہ سے آپ غور کریں گے تو یہ بات آپ کو بہت سی سورتوں میں کافی نمایاں نظر آئے گی۔ سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم پر نگاہ ڈالیے دونوں میں خطاب کا انداز یکساں ہے اوّل الذکر میں خطاب ہوتا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ .... اور آخر الذکر میں خطاب ہوتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ط .... دونوں میں خواتین سے متعلق مسائل زیر بحث آ رہے ہیں۔ دونوں میں خطاب حضورؐ سے ہے براہ راست يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ کے الفاظ سے

میاں بیوی کے مابین موافقت ______ یا عدم موافقت کی دو انتہائی صورتیں ممکن ہیں شوہر اور بیوی میں مستقل طور پر عدم موافقت پیدا ہو جائے تو اس کی انتہائی طلاق ہے۔ لہذا طلاق کے مسائل سورۃ طلاق میں بیان ہو گئے دوسری سورۃ میں اس انتہا کا ذکر ہے کہ شوہر اور بیوی میں باہمی محبت اتنی ہے کہ ایک دوسرے کے جذبات کا اس درجہ پاس کیا جائے کہ شریعت کے احکام ٹوٹنے لگ جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ تو نہیں ہو سکتا تھا کہ آپؐ کسی حرام شے

کو اپنے لیے حلال کریں. معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔ یہ تو ہمارا معاملہ ہے کہ ہم بیوی بچوں کی محبت کی وجہ سے حرام کو حلال کر لیتے ہیں۔ لیکن ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے ایک خاص قسم کے شہد کے متعلق قسم کھالی کہ میں آئندہ اُسے استعمال نہیں کروں گا۔ ظاہر بات ہے کہ یہ بات اپنی جگہ کسی اہمیت کی حامل نہیں ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ یہ تھا کہ آپؐ کے اس عمل سے مغالطہ ہو سکتا تھا کہ شاید یہ چیز ہے ہی حرام۔ لہٰذا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا گیا کہ: لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج۔ اب ان دونوں کیفیات کے متعلق آپ سمجھ لیجئے کہ یہ ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ عائلی زندگی کی ایک انتہا وہ ہے کہ طلاق تک نوبت پہنچ گئی۔ ایک انتہا یہ ہے کہ آپس میں اتنی محبت ہے اور آپس میں ایک دوسرے کی دل جوئی اور جذبات کا پاس اس درجہ مطلوب ہے کہ اللہ کی حلال کردہ شے کو حرام یا حرام کو حلال کر لیا جائے ان معاملات سے متعلق دو سورتوں کو ساتھ جوڑ دیا گیا اور ایک حسین و جمیل جوڑا بن گیا۔ پھر دیکھئے کہ سورۃ الصف اور سورۃ الجمعہ کے معاملے کو! سورۃ صف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی بعثت کا بیان ہے۔ اس سورۃ مبارکہ کا مرکزی مضمون یا عمود، یہ آیت مبارکہ ہے: هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ دوسری جانب سورۃ جمعہ کا مرکزی مضمون یا عمود، یہ آیت مبارکہ ہے: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ سورۃ صف کی آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی بعثت یعنی اظہار دین الحق علی الدین کلہٖ کا بیان ہو گیا جبکہ سورۃ جمعہ کی آیت میں غلبہ دین کا اساسی و بنیادی طریق کار بیان ہو گیا۔ یعنی اس خصوصی مقصدِ بعثتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تکمیل کا اساسی منہاج کیا ہے؟ وہ ہے تلاوت آیات تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت۔ سورۃ صف کا آغاز ہوتا ہے۔ "سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" کے الفاظ سے اور سورۃ جمعہ کا آغاز ہوتا ہے۔ "يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" کے مبارک الفاظ سے

ایک جگہ فعل ماضی ہے، دوسری جگہ فعل مضارع۔ اس طرح گویا مکان و زمان کا احاطہ ہو گیا۔ اب یہ سب چیزیں دلالت کر رہی ہیں کہ یہ ایک حسین و جمیل جوڑا بن گیا۔ اس طریقہ سے دیکھئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران کو ایک نام دیا ہے الزھراوین یعنی دو انتہائی تابناک اور روشن سورتیں اور ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں سورتیں میدانِ حشر میں ایک بدلی کی صورت میں ظاہر ہوں گی اور جو ان سے محبت کرنے والے تھے یعنی ان کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنے والے تھے، اُن پر سایہ کریں گی۔ تو میں نے یہ چند اشارات کیے ہیں۔ آپ اس اعتبار سے جب سورتوں پر تدبر کریں گے تو بہت سی سورتوں میں یہ نسبتِ زوجیت آپ کو نظر آئے گی۔

بعض سورتوں کا خصوصی معاملہ

بعض سورتیں ایسی ہیں جو کسی جوڑے کا مستقل جزنہیں ہوتیں بلکہ ان کی حیثیت سورتوں کے کسی جوڑے کے ضمیمے یا تکملے کی ہوتی ہے اس کی ایک مثال ہمارے سامنے بہت نمایاں طور پر اس سلسلہ درس میں آئے گی۔ یہاں مدنی سورتوں کا جو جوڑا آرہا ہے وہ سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سورۃ الفتح پر مشتمل ہے۔ ان کے بعد والی سورۃ یعنی سورۃ الحجرات درحقیقت اس جوڑے کے ضمیمہ و تکملہ کے طور پر آتی ہے کہ سورۃ الفتح کے آخر میں جو الفاظ آتے ہیں: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ دراصل ان الفاظ کی شرح ہے جو ہمیں پوری کی پوری سورۃ الحجرات میں نظر آئے گی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بعض سورتیں ایسی ہیں جن کے جوڑے نہیں ہیں بلکہ وہ ماقبل سورتوں کے جوڑے میں اپنے مضمون اور ربط کے اعتبار سے ضم ہو جاتی ہیں اپنی جگہ وہ ایک مکمل سورۃ ہوتی ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

قرآن مجید کی تقسیم بغرض تلاوت

اب مزید آگے آیئے اور اسی موقعہ پر یہ بات جان لیجئے کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ایک تقسیم (GROUPING) بغرض تلاوت بھی ہے۔

احزاب یا منازل:۔ ایک تقسیم سے وہ تمام لوگ جو قرآن مجید کی روزانہ تلاوت

کرتے ہیں بخوبی واقف ہوں گے۔ اس تقسیم کو احزاب، یا منازل کہا جاتا ہے۔ اور حزب کا لفظ ہمیں حدیث میں ملتا ہے۔ اس تقسیم کی اصل غایت یہ ہے کہ ایک شخص روزانہ قرآن مجید کی ایک منزل یا حزب کی تلاوت کا معمول بنائے تو ہفتہ یعنی سات روز میں پورے قرآن کی تلاوت مکمل ہو جائے۔ یہ اکثر صحابہ کرامؓ کا معمول تھا۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سو جائے اور رات کو اپنا حزب پورا نہ کر پائے۔ (چونکہ کبھی ہو سکتا ہے کہ نیند کا غلبہ اتنا شدید ہو کہ حزب مکمل نہ ہو سکے) تو ایسی صورت کے لیے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ایسا شخص اگلے روز دن کے اوقات میں اس کی تکمیل ضرور کرے۔ یعنی یہ نہیں کہ آدمی ڈھیلا پڑ گیا اور بات پیچھے چلی گئی بلکہ وہ اپنے اس معمول کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال نافلہ کے متعلق ہدایت دی ہے کہ اُن میں مداومت ہونی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ کبھی جوش آیا تو ساری ساری رات جاگ رہے ہیں اور کبھی ایسی لمبی تان کے سوئے ہیں کہ صبح ہی آنکھ کھلی ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ جتنا بھی ہو انسان اس پر مداومت کرے۔

حُسنِ ترتیب یہ جو احزاب یا منازل ہیں، چونکہ ان کی ترتیب دورِ نبویؐ میں قائم ہوئی تھی لہٰذا دیکھئے کہ اس کی کیا نمایاں برکت ہے کہ ان میں سورتیں کہیں نہیں ٹوٹتیں۔ ہر حزب میں جو سورتیں شامل ہیں وہ پوری کی پوری آتی ہیں۔ پھر بڑا حسین و عجیب ربط یہ ہے کہ پہلے حزب میں سورۃ فاتحہ[۱] کو چھوڑ کر تین سورتیں، دوسرے میں پانچ سورتیں، تیسرے میں سات چوتھے میں

---

[۱] سورۃ فاتحہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ تو قرآن مجید کا مقدمہ و دیباچہ ہے۔ اُسے توام القرآن اساس القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ وہ تو اپنی جگہ خود مکمل قرآن ہے۔ سورۃ الحجر میں اُسے القرآن العظیم قرار دیا گیا ہے۔
وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (۸۷)

نو پانچویں میں گیارہ چھٹے میں تیرہ اور اس کے بعد ساتویں میں پینسٹھ سورتیں ہیں جو حزبِ مفصل کہلاتا ہے یہ سورۃ قٓ سے شروع ہوکر سورۃ الناس پر ختم ہوتا ہے۔ یہ بھی ۱۳ ضرب ۵ کا حاصل ضرب بنتا ہے۔ غور کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک ترتیب ہے ایک ربط ہے۔ ایک سیڑھی سی بنتی نظر آتی ہے ۳۔۵۔۷۔۹۔ ۱۱۔۱۳۔ اور پھر ۶۵۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس ترتیب کا حسن یہ ہے کہ اس میں کوئی سورت ٹوٹتی نہیں ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ کوئی حزب طویل ہوگیا ہے اور کوئی نسبتاً چھوٹا ہے۔ لیکن اس تقسیم میں یہ لحاظ رکھا گیا ہے کہ کوئی فصیل (سورہ) ٹوٹنے نہ پائے۔

تیس پاروں کی تقسیم

میں نے احزاب یا منازل کا قدرے تفصیل سے ذکر اس لیے کیا ہے کہ تیس پاروں کی جو تقسیم ہے، وہ دورِ صحابہ میں نہیں ہوئی۔ یہ بعد میں کی گئی ہے۔ اور اس میں ہمیں وہ بات نظر آتی ہے کہ انسانی کام میں جو نقص ہوتا ہے وہ موجود ہے۔ ان میں فصیلیں ٹوٹ گئیں۔ پاروں کی تقسیم میں سورتوں کی فصیلیں باقی نہیں رہیں اور ایسے ایسے تماشے بھی ہیں کہ سورۃ الحجر کی ایک آیت تیرھویں پارے کے آخر میں آئی ہے اور باقی پوری سورۃ چودھویں پارے میں ہے۔ ایسی اور بھی مثالیں ہیں کہ پاروں کی تقسیم میں بعض مقامات پر مضمون کا ربط و تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ اس لیے کہ یہ کام بعد میں ہوا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو مہینہ کے تیس دن کے اعتبار سے قرآن مجید کو تقسیم کرنے کا خیال آیا۔ اس کے پاس جو مصحف تھا، اس نے برابر برابر اس کے صفحات تیس پاروں کی شکل میں تقسیم کیے تاکہ بر سبیل تنزل ایک شخص روزانہ ایک پارے کی تلاوت کرے مہینہ میں ایک قرآن مجید مکمل کرے۔ پاروں کی اس تقسیم کا کوئی سراغ ہمیں دورِ صحابہؓ اور تابعین میں نہیں ملتا۔ عرب ممالک میں جو قرآن مجید طبع ہوتے ہیں ان میں سے بعض میں پاروں کی تقسیم آپ کو سرے سے ملے گی ہی نہیں۔

(جاری ہے)